کتاب نما

اقبال اور مودودی کا تقابلی مطالعہ، عمر حیات خاں غوری۔ ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی ہند، چتلی قبر، دہلی۔ صفحات: ۴۷۸۔ قیمت: ۵۵ روپے۔

اسلام کی نشاتِ ثانیہ کے لیے برعظیم اور عالم اسلام میں اس وقت اسلامی تحریکیں سرگرم عمل ہیں مگر بیسویں صدی کے ربع اول میں صورت حال یہ نہیں تھی۔ اکثر مسلم ممالک نہ صرف غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے بلکہ مغربی تہذیب کی چکاچوند نے جدید تعلیم یافتہ طبقے کی آنکھوں کو خیرہ کر رکھا تھا۔ پھر اشتراکیت بھی یہاں قدم جما رہی تھی۔ اس صورت حال میں پہلے علامہ اقبالؒ اور بعد میں مولانا مودودیؒ نے اسلام کو بہ طور ایک عالمی نظام کے پیش کیا۔ ہر دو نے جدید تعلیم یافتہ طبقے کو متاثر کیا اور ایک ایسی تحریک اٹھی جس نے پوری دنیا کو مختلف سطحوں پر متاثر کیا۔

مصنف نے شاعر و فلسفی علامہ اقبالؒ اور عالم دین و متکلم شریعت سید مودودیؒ میں مماثلت کی ایسی صورتیں دریافت کی ہیں جو شاید عام قاری کی نظر میں نہ ہوں گی۔ مصنف کے مطابق دونوں شخصیتیں حکومت الٰہیہ کے قیام پر متفق ہیں۔ دونوں ملت اسلامیہ کے ہر دکھ کا درماں قرآن میں پاتے ہیں۔ مسئلہ قومیت، مغربی تہذیب و تمدن، اشتراکیت و سرمایہ داری غرض بیسیوں ایسے پہلو ہیں جن کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر یکساں ہے۔ یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ دونوں نے زیادہ تر جدید تعلیم یافتہ طبقے کو متاثر کیا ہے اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اسلامی تحریک کو بار آور کرنے کے لیے علامہ اقبال ہی نے مولانا مودودیؒ کو پنجاب آنے کی دعوت دی تھی۔

پہلے باب میں علامہ اقبالؒ اور مولانا مودودیؒ کا سوانحی و فکری تعارف کے بعد ان کی تصنیفات کے حوالے سے ان کے اساسی کارناموں کا ذکر ہے۔ باب ۲ تا ۵ میں زیادہ تر مولانا مودودیؒ کا فکری ارتقا اور ان کی عملی جدوجہد کا حال ملتا ہے۔ اقبال نے شاعری، فلسفے اور خطبات کے ذریعے ایک اسلامی مملکت کی ضرورت اور قیام کے لیے عملی تگ و دو کر کے، اور مولانا نے عقلی، عملی، مشاہداتی اور تجربی دلائل سے اسلام کی زوردار وکالت کے ذریعے مخالفین کو لاجواب کر دیا۔

اس کتاب کے مطالعے سے ایک نتیجہ تو یہ سامنے آتا ہے کہ اقبال شناسی کے لیے افکار مودودیؒ اور مولانا کے افکار کی تفہیم کے لیے اقبال کا مطالعہ ضروری ہے۔ سید انور علی نے اس کتاب کے مقدمے میں

بالکل صحیح بات لکھی ہے: "یہ کتاب نئی نسل کے نوجوانوں کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ بن گئی ہے جس کے ذریعے وہ علامہ اقبالؒ اور مولانا مودودیؒ کے نظریات، ان کے علمی کام، اور تحریک اسلامی کے متعلق بیش بہا معلومات حاصل کر سکتے ہیں"۔

بایں ہمہ یہ موضوع اقبالیاتی تحقیق کا ایک اہم موضوع ہے جس پر بہت کچھ لکھنے کی گنجایش ہے اور اسے مختلف زاویوں سے بھی دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے (عبداللہ شاہ ہاشمی)۔

کائنات، قرآن اور سائنس، ڈاکٹر دلدار احمد قادری۔ ناشر: فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اردو بازار، کراچی۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔

یہ کتاب، جدید ترین دریافت شدہ حقائق کے تناظر میں، اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی ایک عاجزانہ کوشش ہے کہ قرآن مجید کائنات، اس کی تخلیق، ارتقا اور انجام کے متعلق کیا کہتا ہے۔ مصنف سائنس میں پی ایچ ڈی ہیں، ان کا مضمون کیمیا ہے اور وہ قرآن و حدیث کا علم بھی رکھتے ہیں۔ اس طرح کے موضوعات پر لکھی جانے والی دیگر کتب کے مقابلے میں اس کتاب میں سائنسی معلومات جدید تر ہیں اور پیش کش کا انداز بھی زیادہ معیاری ہے۔ اس موضوع پر لکھی جانے والی اکثر کتب کے برعکس قادری صاحب اس بات کا احساس رکھتے ہیں کہ قرآن کا مقصد سائنسی نظریے پیش کرنا اور سائنسی علوم سکھانا نہیں ہے۔ انھوں نے صرف یہ سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت میں ضمنی طور پر کائنات کے بارے میں جو اشارہ آیا ہے، اس سے کائنات کے متعلق کیا روشنی ملتی ہے۔

مصنف کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے اس موضوع پر جدید ترین سائنسی دریافتوں کو تلاش کیا، عربی لغت کو سامنے رکھا، جدید مفسرین کے تفسیری نوٹ ملاحظہ کیے اور اس بات کو مدنظر رکھا کہ قدیم مفسرین نے ان آیات کا کیا مفہوم سمجھا تھا۔ کتاب کا مطالعہ ان کے دعوے کی تائید کرتا ہے۔

باب اول میں قرآنی علم کی نوعیت کے بارے میں ایک مفید بحث ہے، خصوصاً اکتسابی علم اور علم بالوحی کے تقابل کے حوالے سے۔ دوسرے باب میں قرآن کی وہ آیات نقل کی گئی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ زمین و آسمان خدا نے عدم سے پیدا کیے، اور پھر ایک جدید سائنسی نظریے (Big Bang Theory) کا ذکر ہے جس میں کائنات کا آغاز ایک نقطے سے اور ایک خاص وقت پر تصور کیا جاتا ہے۔ باب چہارم میں قرآنی لفظ "سما" کے معنی و مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے اور پھر زمین کے کرہ ہوائی کے بارے میں دل چسپ معلومات کا ذکر ہے۔ پانچویں، چھٹے، ساتویں اور نویں باب میں چھ ایام میں تخلیق والی قرآنی آیات کو قرآنی محاورے اور عربی شاعری کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آٹھویں باب میں اس قرآنی آیت کا ذکر ہے کہ ہم کائنات کو پھیلا رہے ہیں، پھر کہا گیا ہے کہ قرآنی آیت کے اس مفہوم کی، جدید

سائنس کے پھیلتی ہوئی کائنات کے تصور سے تائید ہوتی ہے۔ نویں اور دسویں باب میں قرآنی آیات اور جدید سائنسی بیانات کو سامنے رکھتے ہوئے کائنات کی تخلیق، ارتقا اور انجام کے بارے میں ایک امکانی نظریہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مصنف نے بجا طور پر کہا ہے کہ یہ ایک نہایت مشکل موضوع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یہ واضح طور پر فیصلہ نہیں کر پائے کہ ان قرآنی آیات اور جدید معلومات کے تقابل سے کیا نتیجہ نکالا جائے بلکہ اس سے پہلے یہ سوال حل طلب ہے کہ قرآنی آیات اور جدید سائنسی معلومات کا کسی مفہوم میں تقابل کیا بھی جا سکتا ہے یا نہیں؟ مصنف خود تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کا مقصد سائنسی نظریے پیش کرنا نہیں ہے۔ مگر کتاب کے اختتام کے قریب وہ خود اس طرح کا تقابل کرتے نظر آتے ہیں۔ قرآنی آیات سے سائنسی نظریے نکالنے کی متنازع خواہش ان کے ہاں بھی موجود ہے۔ اس کی وجہ سے قرآنی تصور قیامت کو سمجھنے میں وہ بہ ظاہر منطقی غلطیاں کرتے ہیں۔ ایک اور تضاد یہ ہے کہ کتاب کی تقریظ میں مفتی محمد رفیق حسنی صاحب تو فرماتے ہیں کہ قرآن میں ہر چیز کا ذکر ہے (جمیع العلوم فی القرآن)۔ مگر مصنف کہتے ہیں کہ قرآن کا مقصد انسان کو وہ علم سکھانا سرے سے ہے ہی نہیں جو انسان اپنے طور پر حواس، عقل یا وجدان کی مدد سے حاصل کر سکتا ہے (ڈاکٹر بلال مسعود)۔

سید مودودی اور ماہ نامہ "معارف"، مرتبہ: سفیر اختر۔ ناشر: دارالمعارف، لوہسر شرفو، واہ کینٹ۔ صفحات: ۱۱۸۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔

بیسویں صدی اختتام کو پہنچ رہی ہے۔ اس کی تاریکیوں میں روشنی کے جو مینار جگمگاتے رہیں گے، ان میں ایک نام سید مودودیؒ (۱۹۰۳ء-۱۹۷۹ء) کا ہے۔ اسلام کے دفاع، توضیح اور دعوت و عزیمت کے میدان میں جب انھوں نے قدم رکھا، تو استقبال کرنے والوں میں ایک معتبر نام علامہ سید سلیمان ندویؒ (م: ۱۹۵۳ء) کا بھی تھا۔

صاحب ذوق ڈاکٹر سفیر اختر نے خاص طور پر رسالہ معارف اور ترجمان القرآن سے دونوں حضرات کے نرم و گرم آثار کا کھوج لگا کر متعلقہ لوازمے کو حسن ترتیب سے زیر تبصرہ کتاب میں مدون کر دیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب بیسویں صدی کے دو مایہ ناز فرزندان اسلام کی باہم محبت، احترام، احتساب اور اعانت کی خوش رنگ تصویر بن گئی ہے۔

کتاب میں معارف سے سید مودودیؒ کے حوالے سے اختلافی اور تحسینی کلمات اور ان کا پس منظر درج ہے۔ سید مودودیؒ کی کتب پر تبصرے اور معارف میں مطبوعہ سیدی کے مضامین کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح وضاحت اور جواب کی صورت میں جو کچھ ترجمان میں چھپا، ان کو بھی ریکارڈ کر دیا گیا ہے۔

پروفیسر خورشید احمد نے دیباچے میں مرتب کی محنت اور علمی دیانت کی داد دیتے ہوئے انھیں مبارک

باد پیش کی ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب ماضی کے دفینوں سے آگہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

سید مودودیؒ نے معاملات کی تفہیم کے لیے بعض جدید اصطلاحات کو ابلاغی سہولت کے لیے استعمال کیا تھا' تب اس پر طبقہ علما نے ناپسندیدگی ظاہر کی تھی' اس کا اظہار سید سلیمان ندویؒ کی تحریروں میں دیکھا جا سکتا ہے (ص ۴۳)۔ اس پر وضاحت کا جو اسلوب سید مودودیؒ نے اختیار کیا' وہ اپنی زبان اور استدلال کے حوالے سے پڑھنے کی چیز ہے۔ یہ ایک دل چسپ حقیقت ہے کہ بعد میں خود طبقہ علما نے ان تمام اصطلاحات کو برضا و رغبت بھرپور طریقے سے خود بھی اختیار و استعمال کرنا شروع کر دیا۔

کتاب کا عنوان ہے: سید مودودی اور ماہ نامہ معارف' مگر پیش کردہ لوازمہ ۱۹۵۴ (وفات سید سلیمان ندوی) تک کا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس کے بعد معارف میں کبھی سید مودودیؒ کا ذکر نہیں آیا؟ کبھی تذکرہ نہیں ہوا؟---- اس کا بھی ذکر ہونا چاہیے تھا۔

ماہرین املا کے مطابق الف پر ختم ہونے والے الفاظ کے بعد ہمزہ (ء) لکھنا درست نہیں۔ اس اعتبار سے "کبریا" (ص ۸۰) احیا (ص ۹) بقا (ص ۸) درست ہے۔ اسی طرح املے کے اصول کے مطابق "مجموعہ سے" یا "معاملہ میں" (ص ۱۱) کو "مجموعے سے" اور "معاملے میں" ہونا چاہیے (سلیم منصور خالد)۔

پیغمبرانہ منہاج دعوت' ڈاکٹر خالد علوی۔ ناشر: احباب پبلشرز' ۴۰ جی' شمع پلازہ' ۲۷ فیروز پور روڈ' لاہور۔ صفحات: ۱۶۷۔ قیمت: ۳۵۰ روپے۔

کار دعوت' حقیقت میں کار نبوتؐ ہے اور انسانی نفسیات اور فہم و شعور سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ ایک بات کس نفسیاتی انداز اور پیرائے میں پیش کی جائے کہ وہ انسانی فہم و شعور میں بیٹھ جائے' دعوت و تبلیغ کا یہی موضوع اور اصل فن ہے۔ داعی کا کام انسان سازی کا کام ہے اور اس کام میں علم و حکمت اور موعظہ حسنہ دونوں کا استعمال ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے انبیاے کرامؑ کی دعوت کے عملی نمونے دے کر اس کے خطوط و حدود واضح کر دیے ہیں۔ یہ نمونے دلوں پر اثراندازی کی بے انتہا قوت رکھتے ہیں۔ عملی نمونوں کا جو اثر ہوتا ہے' وہ دوسرے وسائل دعوت کا نہیں ہو سکتا۔

زیر تبصرہ کتاب میں فاضل مصنف نے حضرت انبیاے کرام (آدمؑ' نوحؑ' ہودؑ' صالحؑ' ابراہیمؑ' لوطؑ' یوسفؑ' شعیبؑ' ایوبؑ' موسیٰؑ اور عیسیٰ علیہم السلام) کی سیرت اور دعوتی منہاج و اسلوب کو قرآن اور بائبل کی روشنی میں تفصیل سے پیش کیا ہے۔ ہر پیغمبر کی سیرت اور واقعات دعوت سے بعض دعوتی صفات و اصول اخذ کیے ہیں' جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے حالات و تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "قصہ آدم و ابلیس کی تیسری حقیقت بغاوت و توبہ کا امتیاز ہے۔ کائنات میں ابلیسی و آدمی رویوں کا اظہار ہوتا رہے گا۔ یہ دونوں رویے دعوت کی اساس ہیں۔ دعوت کا اصل مقصود انسان کے اندر رجوع الی اللہ

اور احساس ندامت کے رویوں کو پختہ کرنا اور بغاوت و نافرمانی کے رویوں کو ختم کرنا ہے" (ص ۵۳)۔

حضرات ہودؑ' صالحؑ' شعیبؑ اور لوطؑ کے دعوتی منہج و اسلوب میں انذار و تبشیر' حکمت و موعظت الحسنہ اور دعوتی صفات (اخلاص و بے لوثی' عظمت الٰہی کا اثبات' شفقت و محبت) کو قرآنی تعلیمات کے تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی دعوت میں قرآن حکیم نے قوت استدلال' مناظرہ و مجادلہ' زبان اور انداز تخاطب' قوم کو فطرت انسانی اور حقائق کی بنیاد پر دعوت' مخاطب کی نفسیات و رجحانات کا لحاظ' ناصحانہ تڑپ و دل سوزی کے پراثر اسالیب کا ذکر کیا ہے۔

کتاب کا اصل موضوع تو انبیاے کرام کا منہج دعوت ہے مگر اس کے مجموعی مطالعے سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ تاریخ انبیا' سیرت انبیا اور قصص القرآن کی ایک کتاب ہے۔ مثلاً زیر تبصرہ کتاب کے ضخیم ترین باب (ص ۲۹۷ تا ۵۴۱) میں حضرت موسیٰؑ کے اسلوب و منہج دعوت پر صرف نصف صفحہ (۴۷۱) ہے' باقی دیگر حالات (پیدائش' پرورش' بعثت' معجزات' خرق بحر' غرق فرعون) پر بائبل اور تالمود کے حوالے سے مفصل لکھا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے حالات میں بھی یہی صورت ہے۔

کتاب میں بائبل سے بہ کثرت انگریزی اقتباسات نقل کر دیے گئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے حالات میں ۷۰ سے زائد اقتباس نقل ہوئے ہیں۔ پھر ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ ان آیات سے کسی پیغمبر کے دعوتی منہج و اسلوب کا کوئی پتا نہیں چلتا۔ مزید برآں بکثرت ایسے مباحث بھی شامل ہیں جن کا موضوع بحث سے کوئی خاص تعلق نہیں' جیسے حضرت ابراہیمؑ کے والد کے نام (آزر' تارح) کی تحقیق' خرق بحر معجزہ تھا یا مدوجزر' معجزہ و سحر کا فرق' ہامان کی شخصیت' موسیٰؑ اور ہارونؑ کا نسب نامہ' موجودہ عیسائیت کی تعلیمات' عقیدہ کفارہ' الوہیت و ابنیت مسیح [مسیح کا بیٹا ہونا] وغیرہ۔

مصنف کے مطابق یہ کتاب دعوت کے طلبہ اور دینی کتب کے عام قاری کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔

کتاب کا اسلوب بیان مشکل ہے۔ عربی الفاظ و مترادفات بہ کثرت استعمال ہوئے ہیں جو شاید عام قاری نہ سمجھ سکے' جیسے اسوہ و قدوہ (ص ۱۸)' غزرات علم (ص ۱۹)' ابتذال (ص ۳۱)' سبیل التغلیب (ص ۴۵)' مترفین (ص ۸۱) وغیرہ۔ آیات قرآنیہ پر اعراب کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ ہر باب کے آخر میں مآخذ و مراجع کی تفصیل دی گئی ہے۔ ناشر نے کاغذ' جلد بندی اور روے جلد کی تزئین کے معاملے میں حسن ذوق کا ثبوت دیا ہے۔ تصحیح کتابت پر بھی توجہ کا کچھ حصہ صرف ہوتا تو اچھا تھا (حافظ محمد سجاد تترالوی)۔

شعر و فکر اقبال' ڈاکٹر اسلم انصاری۔ مجلس فکر اقبال' ۱۱ خیابان جناح' سبزہ زار کالونی' بوسن روڈ' ملتان۔ صفحات: ۱۱۷۔ قیمت: ۱۱۰ روپے۔

ڈاکٹر اسلم انصاری اردو اور فارسی کے معروف شاعر' ادیب اور نقاد ہیں۔ مدت العمر فارسی زبان و ادب

کا درس دیا۔ سبک دوشی کے بعد، اب تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہیں۔ ان کی متعدد شعری اور اقبالیاتی تصانیف چھپ چکی ہیں۔ ان کا نیا زیر نظر مجموعہ آٹھ تنقیدی مضامین پر مشتمل ہے۔ اقبال سے اپنی ذہنی اور جذباتی وابستگی کو وہ اپنی "علمی زندگی کے روشن ترین نقاط" میں شمار کرتے ہیں۔

اس مجموعے میں مرزا غالب، شیکسپیر اور مرزا عبدالقادر بیدل سے علامہ اقبال کے ربط و ارتباط پر تین مضامین ہیں۔ جاوید نامہ، تصور تعلیم اور تشکیل جدید کے دوسرے خطبے پر بھی عمدہ مطالعے پیش کیے گئے ہیں۔ اسلامی تہذیب، ڈراما اور خودی بھی ایک دل چسپ اور عمدہ موضوع ہے۔ اقبال کی شاعری میں ڈرامائی عناصر بہ کثرت موجود ہیں مگر وہ ڈرامے کے استحکام کو خودی کے منافی قرار دیتے ہیں کیونکہ اداکاری اپنی ذات کی نفی اور ایک مصنوعی لبادہ اوڑھ لینے کے مترادف ہے جو علامہ اقبال کے خیال میں انسانی شخصیت کو مسخ کرنے کا باعث بنتی ہے۔ اقبال اور مستقبلیت (فیوچرازم) پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ یہ بھی اس کتاب کا مختصر مگر اچھا مضمون ہے۔ مصنف کہتے ہیں: "اقبال انسانیت کے مستقبل کو مسلمانوں کے مستقبل کے ساتھ وابستہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے بعض اوقات وہ مسلمان اور انسانیت کے مستقبل کو ایک ہی صورت میں دیکھتے ہیں" (ص ۱۱۶)۔

ڈاکٹر اسلم انصاری نے بڑی ذہانت اور ایک قابل فہم تنقیدی شعور کے ساتھ اقبال کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کا خیال بالکل بجا ہے کہ اقبال کا فکرو فلسفہ، مشرقی اقوام، خصوصاً ایشیائی مسلمانوں کے لیے، آج بھی اتنا ہی اہم اور بامعنی ہے جتنا وہ بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں تھا، اور یہ کہ ان کا نظام فکر بالواسطہ اسلام کے آفاقی تصورات کا ترجمان اور اسلامی اقدار حیات کی جدید تشریحات سے عبارت ہے (ص ۱۷)۔ اقبالیات کے ربط و یابس میں شعرو فکر اقبال کو ایک بامعنی اور منفرد مقام حاصل ہو گا (رفیع الدین ہاشمی)۔

نونہال، خاص نمبر بہ یاد شہید پاکستان حکیم محمد سعید، مدیر اعلیٰ: مسعود احمد برکاتی۔ ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۔ ۷۴۶۰۰۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۲۱ روپے۔

حکیم محمد سعید، تاریخ پاکستان کے ان نادر روزگار لوگوں میں سے تھے، جو اپنی زندگی کے آخری لمحات تک خدمت خلق میں مصروف رہے---- ایک سال پہلے ان کی شہادت کا دل خراش سانحہ پیش آیا تھا---- زیر نظر نونہال کے خاص شمارے میں حکیم صاحب کے بارے میں (بچوں کے لیے) بہت سی تحریریں اور تصویریں شامل ہیں۔ بیشتر تحریریں، نونہالوں کی ہیں جو ان کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ نونہالوں میں نیکی اور خدمت خلق کے جذبات ابھارتی ہیں۔

اس خاص شمارے میں حکیم صاحب کے علاوہ بچوں کی دل چسپی کے دیگر موضوعات پر بھی کہانیاں، لطائف اور کارٹون وغیرہ شامل ہیں۔ بچوں کی تفریح، تعلیم اور تربیت ذہنی کے لیے یہ ایک مفید اور عمدہ رسالہ ہے (ر-ہ)۔